بالماعون القوی والمدد الفیاض فقلدھا البلغاء ایما تقلید واقتبسوا منھا الالفاظ والاسالیب و وافقوھما فی المعانی والاغراض : یعنی قرآن کریم اور حدیث نبوی سے عربی فن خطابت کو زبردست سہارا اور فیاضانہ امداد ملی چنانچہ فصحائے عرب نے ان کی بے حد تقلید کی ، ان سے لفظ اور معنی کی روشنی پائی اور معانی و مقاصد میں بھی ان سے مطابقت و تائید کی روشنی اختیار کی -

الازہر یونیورسٹی کے مشہور ماہر ادب علامہ محمود مصطفیٰ کا کہنا ہے کہ ''فجاء کلامہ علیہ الصلاۃ والسلام نقی اللفظ واضح الاسلوب حسن الایجاز حسن الاطناب خالیا من السجع المستکرہ مشتملا علی المعانی السامیۃ فھو جدیر ان یجمع الفضل من افکارہ لذلک کان ابلغ کلام عرفہ الناس بعد القرآن : آپ کا کلام و انداز گفتار ستھرے الفاظ اور واضح اسلوب والا ہوتا تھا ، جس میں حسن اختصار کے ساتھ حسن طوالت بھی تھا ، وہ نا پسندیدہ سجع و قافیہ سے پاک تھا اور اعلی معانی پر مشتمل ہوتا تھا اسی لیے آپ کا کلام قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ فصیح اور بلیغ ہوتا تھا -

قاہرہ یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر شوقی ضیف حضرت افصح العرب صلی اللہ علیہ وسلم کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں :

وقد اوتی من اللسن والفصاحۃ ما ملک بہ ازمۃ القلوب وکانما کانت المعانی والاسالیب موقوفۃ بشخوصھا بین یدیہ لیختار منھا ما تھش لہ الاسماع وتصغی لہ الافئدۃ : آپ کو ایسی فصاحت وبلاغت عطا ہوئی تھی جس سے آپ دلوں کی باگ ڈور کے مالک بن گئے تھے ، معنی اور اسلوب آپ کے حضور میں حاضر ہونے کے لیے تیار رہتے تاکہ آپ ان میں سے وہ الفاظ چن لیں جو کانوں کو سننے میں خوشگوار لگیں اور گوش ہوش سے طبیعت سننے کے لیے آمادہ ہو جائے !''

سیرت نبوی پر ایک خوبصورت کتاب ''عظمۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم'' کے مصنف علامہ عطیہ الابراشی نے فصاحت و بلاغت میں آپ کی عظمت کے ضمن میں لکھا ہے : کان الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فصیح اللسان ، بلیغ القول ، ناصع اللفظ جزل العبارۃ قلیل التکلف اوتی جوامع الکلم وخص ببدائع الحکم وعلم السنۃ العرب : یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصیح و بلیغ تھے ، واضح الفاظ ، زور دار عبارت قلت تکلف آپ کے کلام کی نمایاں خصوصیت تھی ، آپ کو جامع کلمات عطا ہوئے ، انوکھی حکمت آپ کی خاصیت ٹھیری اور آپ کو السنہ عرب کا علم دیا گیا تھا !''

محمد فاضل بلوچ*

جنوبی ایشیا میں شاہانِ آل تیمور کے کتب خانے

یہ بات ملتِ بیضا کے لیے سرمایۂ افتخار ہے کہ غیر متعصب اور حقیقت پسند اغیار بھی اس حقیقت کے قائل ہیں کہ مسلمانوں کے ہاں کتابوں کی نقول تیار کی جاتی تھیں اور پھر ان کتابوں کو بہترین جلدوں سے مزین کر کے دیگر قارئین تک پہنچایا جاتا تھا[1] اور یہ سعادت کسی خاص قطعۂ زمین کے ساتھ مخصوص نہ تھی۔ بلکہ مسلمانوں کے عروج کے زمانے میں اسلامی دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مدرسوں اور کتب خانوں کا ایک غیر منقطع سلسلہ چلا گیا تھا۔ جس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ ہر مدرسے اور مکتب کے لیے چھوٹے یا بڑے کتب خانے کا ہونا ضروری سمجھا جاتا تھا[2] چنانچہ جب مسلمان بطور فاتح سرزمین ہند میں داخل ہوئے تو انہوں نے علم و ادب کی اشاعت کے لیے بیشمار مساجد اور مدارس قائم کیے۔ اس کا اعتراف کرتے ہوئے ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں کہ مسلمان بادشاہوں نے ادب و فن کی سرپرستی کی ایک شاندار مثال قائم کی جس کی تقلید ہندو شہزادوں نے بھی کی[3] اور پھر جنوبی ایشیا میں سلاطین آل تیمور نے علم و ادب کے لیے نہ صرف زر پاشی کی بلکہ ان میں سے اکثر نے اہل علم، شاعر اور مایۂ ناز مصنف کی حیثیت سے شہرت حاصل کی[4]۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم ان کے تمام اہم امور کے شعبوں کو دیکھتے ہیں تو ان میں سے ایک شعبہ "کتب خانہ"[5] کے نام سے بھی پاتے ہیں۔ اب ہم ذیل میں ان فرمانروان آل تیمور کا ذکر کریں گے جن کے شاندار کتب خانے تاریخ کے صفحات میں محفوظ رہے۔

کتب خانہ ظہیر الدین بابر متوفی ۹۳۷ھ/۱۵۳۱ء :

جنوبی ایشیا میں سلطنت آل تیمور المعروف سلطنت مغلیہ کا بانی ظہیر الدین بابر مشہور فاتح امیر تیمور کی چھٹی نسل سے تھا جو کشور کشائی کے ساتھ ساتھ علم دوست بھی تھا۔ تزک تیموری میں امیر تیمور کا دستور عمل آج بھی محفوظ ہے کہ "میں نے سادات، مشائخ، علماء مورخ اور دیگر عقلمند لوگوں کو اپنا مصاحب بنایا۔ ان کی عزت اور قدر کی۔ علماء اور صاحب دل بزرگوں کی خبر گیری اور خاطر داری کو اپنا شعار بنایا[6]"۔

ماں کی طرف سے بابر مشہور مغل فاتح چنگیز خاں کی نسل سے تھا۔ جو

---

* (چیف) لائبریرین/صدر شعبہ لائبریری سائنس، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

وحشت اور بربریت کا نشان تھا چنانچہ بابر لکھتا ہے کہ میرے والد کی پہلی زوجہ کا نام قتلق نگار تھا جو یونس بادشاہ کی بیٹی تھی جو چنگیز خان کے دوسرے بیٹے چغتائی خان کی نسل سے تھا لیکن بقول شاعر مشرق

ع پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

چنانچہ بابر کے نانا یونس خان سرزمین شیراز میں اپنا زیادہ وقت علما کی مجالس اور تلاوت کلام اللہ میں گزارتے تھے۔ اس پر مستزاد یہ کہ موزوں طبیعت رکھتے تھے اس لیے سخنوری، موسیقی اور مصوری میں بھی مہارت تامہ حاصل کی[۷] خود بابر کے والد عمر شیخ میرزا کثرت تلاوت کے ساتھ ساتھ مثنوی اور شاہنامہ اسلام کو اکثر پڑھا کرتے تھے[۸] چنانچہ مشہور ضرب المثل الولد سر لابیہ کے مصداق کشور کشائی اور علم و ادب سے محبت بابر کو ورثے میں ملی اور جب بابر سن شعور کو پہنچا تو آبائی مملکت کو علوم و فنون کا گہوارہ پایا۔ سمرقند، فرغانہ خراسان اور بالخصوص شہر ہرات ارباب علم و کمال سے معمور تھا۔ بابر نے خاندانی روایت کے مطابق کلام پاک، بوستان و گلستان سعدی شاہنامہ فردوسی نظامی اور خسرو کے خمسے، شرف الدین یزدی کا ظفر نامہ اور ابو عمر منہاج الجوزجانی کی طبقات ناصری اوائل عمر میں پڑھ لیں تھیں[۹]۔ بابر کے اساتذہ میں شیخ مزید بیگ، بابا قلی علی، خدائی بیری بیگ اور خواجہ قاضی عبداللہ مشہور ہیں[۱۰]۔

بابر کی زبان دانی کا یہ حال تھا کہ وہ چغتائی، ترکی، عربی اور فارسی زبان روانی سے بولتا تھا[۱۱] اور علمی سطح پر حنفی مسلک کا مجتہد تھا۔ نیز علم موسیقی، شاعری، علم املا اور انشا میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا[۱۲]۔ بابر نے دو ہزار ابیات پر طویل نظم ترکی زبان میں اپنے بیٹے کامران کے لیے تخلیق کی۔[۱۳] اس نظم کا فارسی ترجمہ ابوالفضل اور ملا عبدالقادر بدایونی نے کیا۔ علاوہ ازیں بابر نے ۹۳۵ھ میں ''واقعات بابری'' کے نام سے تصنیف کی۔ جس کا شاہجہان کے حکم سے ترکی سے فارسی میں ترجمہ ہوا۔[۱۴] بابر کا ترکی اور فارسی کا دیوان بھی مشہور ہے۔ دیوان کا ایک نسخہ شاہی کتب خانہ رامپور میں موجود ہے۔[۱۵] بابر کی قادرالکلامی کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے اپنے مرشد خواجہ سید عبیداللہ احراری کا ایک رسالہ والدیہ نامی کا منظوم ترکی ترجمہ کیا۔[۱۶] اور فن عروض پر بھی کئی رسالے لکھے۔ بابر چونکہ خود عمدہ شاعر تھا اس لیے اپنے شعرا کی قدر دانی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا شبلی نعمانی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ ہندوستان میں شاعری بابر کے ساتھ آئی۔ چنانچہ آتش قندھاری جیسا شاعر بابر کے ساتھ ہندوستان آیا[۱۷]۔ سخنوری اور سخن پروری کے علاوہ بابر کا قابل قدر کارنامہ ''خط بابری'' بھی ہے۔ اس خط میں اس نے قرآن عزیز لکھکر مکہ مکرمہ روانہ کیا[۱۸]۔ تزک بابری کے متعلق خافی خان لکھتا ہے کہ ترکی زبان

میں اُس کی خود نوشت سوانح ایک یادگار کارنامہ ہے۔ اور اہل ذوق کے لیے اس کتاب کا مرتبہ ہمیشہ بلند رہا ہے[۱۹]۔

چنانچہ اپنی ادبی اور علمی ذوق کی تکمیل کے لیے اپنے آباء واجداد کے کتب خانے سے جتنی عمدہ کتابیں اپنے ساتھ لا سکتا تھا لے آیا تھا۔ ان میں سے بعض کتابیں نادر شاہ، فتح دہلی کے بعد واپس ایران لے گیا۔[۲۰] بابر کا کتب خانہ متنوع کتابوں پر مشتمل تھا۔ جسے وہ سفر و حضر میں ساتھ رکھتا تھا۔[۲۱] بابر کو کتب جمع کرنے کا بے حد شوق تھا۔ چنانچہ جب اُس نے ہندوستان فتح کیا اور غازی خان کے قلعے پر قابض ہوا، تو اسے نقدی اور جواہرات کے ہاتھ لگنے پر اتنی خوشی نہ ہوئی جتنی اُسے غازی خان کا کتب خانہ پانے پر ہوئی۔[۲۲] جب بابر قلعے میں داخل ہوا تو غازی خان کے کتب خانے میں قیمتی کتابوں کی ایک بڑی تعداد پائی۔ ان میں سے کچھ اپنے لیے منتخب کیں۔ کچھ ہمایوں کو دیں اور کچھ کامران کو بھجوائیں۔ ان (قیمتی) کتابوں کے علاوہ بھی دینی علوم پر بہت سی کتابیں تھیں۔ جو اتنی عمدہ نہ تھیں جتنی بادی النظر میں معلوم ہوتی تھیں۔[۲۳] لیکن یہ کہنا حقائق کے خلاف ہے کہ توقع کے مطابق کتب نہ پاکر سخت مایوسی ہوئی۔[۲۴] بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ کتابیں اپنی جگہ عمدہ تھیں، جیسا کہ مشہور مورخ فرشتہ کے بیان سے واضح ہے کہ غازی خان بڑا علم دوست، جید عالم اور شاعری میں سخن فہم اور سخن سنج تھا۔ اُس نے ہر قسم کی خوش خط لکھی ہوئیں عمدہ کتابیں اپنے کتب خانے میں جمع کی تھیں۔ (حوالہ نمبر ۲۲) لیکن بابر بلند پایہ عالم اور فقیہہ تھا، اس لیے وہ کتابیں بابر کے علمی اور ادبی ذوق کا ساتھ نہ دے سکیں۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کتابیں بابر کے ذاتی کتب خانے میں پہلے سے موجود ہوں۔ کیونکہ شاہی کتب خانے کے علاوہ بابر نے اپنا ذاتی کتب خانہ بھی قائم کر رکھا تھا جہاں وہ اپنی پسند کی منتخب اور باتصویر کتابیں رکھتا تھا۔[۲۵]

کتب خانہ محمد نصیر الدین ہمایوں متوفی ۱۵۵۶ء:

ہر چند کہ ہمایوں کا علمی و ادبی وہ مقام نہ تھا جو بابر کا تھا۔ تاہم اُس کی جہاں امور سلطنت میں گہری نظر تھی وہاں وہ دیگر ظاہری اور باطنی کمالات سے بھی آراستہ تھا۔ وہ علم نجوم و ہیئت اور دیگر مروجہ علوم میں ماہرانہ دستگاہ رکھتا تھا۔ وہ علم دوست تھا اور علماء و فضلا اور شعراء کا قدر دان تھا۔ ہمایوں کے عہد میں بہت صاحب دیوان شاعر گزرے ہیں۔[۲۶] شعراء کے علاوہ جب ہمایوں ایران سے ہندوستان واپس آیا تو ایرانی علماء اور سپاہیوں کا ایک عظیم لشکر ساتھ لایا[۲۷] جنہوں نے ایک نئے تہذیبی عمل کا آغاز کیا جو آگے چل کر اور بھی

مستحکم ہوا ۔۲۸

یہ بادشاہ ہمیشہ علماء اور فضلا کی صحبت پسند کرتا تھا اور اس کی مجلس میں سوائے علمی تذکروں کے اور کوئی ذکر نہ ہوتا تھا ۔۲۹ ہمایوں نے تمام امور کو تین شعبوں میں منقسم کر رکھا تھا جس میں سے آمراء وزرا ، اور سپاہ کو اہل دولت کا نام دیا۔ حکماء علماء صدور، مشائخ ، فقہا، شعرا ، فضلا، ادبا اور اشراف کو اہل سعادت اہل نغمہ و ساز اور اصحاب حسن صوری کو اہل مراد کا خطاب دیا ۔۳۰

ہمایوں فارسی زبان کا ایک عمدہ شاعر تھا ۔ اُس نے اپنا ایک دیوان چھوڑا ہے ۔۳۱ دیوان ہمایوں کا ایک نسخہ (ضلع سہارنپور صوبہ بہار) کے کتب خانے میں موجود ہے ۔ یہ نسخہ تقریباً سو سال سے کم پرانا نہیں . . . خوش خط نستعلیق میں لکھا ہوا ہے ۔ حاشیے پر سنہری جدول ہیں ۔ اور سرورق اور مختلف اوراق کے گوشوں پر نہایت خوبصورت و رنگین نقش و نگار ہیں ۔۳۲ دیوان کے علاوہ جہانگیر بادشاہ کو عبدالستار نامی درباری نے ہمایوں کا ایک رسالہ جو دعاؤں اور علم نجوم پر تھا، پیش کیا ۔۳۳ ہمایوں نے ایک خاص قسم کا اسطرلاب بھی ایجاد کیا جو اسطرلاب ہمایونی کے نام سے مشہور ہو گیا دارالعلوم ندوہ کے کتب خانہ میں اسطرلاب ہمایونی موجود ہے ۔ جس پر صانع کی یہ عبارت کندہ ہے عمل ضیاءالدین محمد بن قاسم محمد ابن عیسیٰ ابن شیخ الهداد اسطرلابی ہمایونی لاہوری ، ۹۹۵ھ۳۴

چنانچہ ہمایوں نے اپنے علمی ، ادبی اور سائنسی ذوق تسکین کے لیے ''شاہی کتب خانے میں گراں قدر اضافہ کیا''۳۵ کتابوں سے محبت اور لگن کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے ۔ کہ وہ جہاں بھی جاتا تھا کتب خانے کی بہت سی کتابیں ساتھ لے جاتا تھا ۔۳۶ حتی کہ میدان کارزار میں بھی کتب خانہ ہوتا تھا ۔ چنانچہ گجرات اور بنگال کی مہمات میں وہ لائبریری ساتھ لے گیا تھا۳۷ اور جب شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر جائے پناہ کی تلاش میں تھا تو اس کا مہتمم کتب خانہ اور اس کی محبوب کتابیں ساتھ تھیں ۔۳۸ لیکن جب ہمایوں تخت و تاج کا دوبارہ مالک بنا تو دہلی کے قلعے میں شیر شاہ سوری کی بنوائی ہوئی عمارت شیر منڈل میں شاندار کتب خانہ قائم کیا ۔۳۹ ہمایوں کے کتب خانے کی گلبدن بیگم نے یوں تصویر کھینچی ہے کہ ''دوسرے بالا خانہ میں جسے سعادت خانہ کہتے تھے جائے نماز بچھا تھا ۔ کتابیں سجی تھیں قلمدان مرصع رکھا تھا خوبصورت جزو دان عمدہ تصویریں اور لطیف کتبات آویزاں تھے ۔۴۰

لالہ بیگ جس کا لقب باز بہادر تھا اُس کے والد نظام ہمایوں کے ناظم کتب خانہ تھے ۔۴۱ جہانگیر نے لکھا ہے کہ ''باز بہادر (لالہ بیگ) ہمارے گھرانے

کے خاص آدمیوں میں سے ہے ۔ اُس کے باپ کا نام نظام تھا جو حضرت جنت آشیانی کا کتابدار تھا ۔[۴۲] ہمایوں کے ایک لائبریرین کا نام جان محمد بھی تھا ۔[۴۳]

ایک روز شہنشاہ ہمایوں ستارہ زہرہ کے طلوع ہونے کا مشاہدہ کرنے کے لیے کتب خانہ کی چھت پر چڑھا[۴۴] اور کتب خانے میں بیٹھ کر کچھ دیر ماہرین (نجوم) کے ساتھ تبادلہ خیال کیا پھر ادائیگی نماز کے لیے اترا[۴۵] جب ایک زینہ طے کیا تو مؤذن نے آذان دے دی ۔ وہ تعظیم آذان اور جواب آذان کے لیے زینہ پر بیٹھ گئے ۔ جب اٹھنے لگے تو لاٹھی پھسلنے کے باعث زینے سے زمین پر گر پڑے اور یہ حادثہ موت کا سبب بنا ۔ ان کی تاریخ وفات اس مصرعے سے نکالی گئی :

ع ہمایوں پادشاہ از بام افتاد[۴۶]

اس بادشاہ کا مزار دہلی میں ہے ۔ جس کی چھت پر مدتوں مدرسہ قائم رہا اور علم و فضل میں ممتاز اساتذہ درس و تدریس میں مشغول رہے ۔[۴۷] یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس بادشاہ نے خود بھی ایک بہت بڑا دینی مدرسہ قائم کیا تھا ۔ جس کے ایک مدرس شیخ حسین تھے ۔[۴۸]

کتب خانہ اکبر متوفی ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۵ء :

اگرچہ اکبر کی پیدائش سے عمر تربیت تک حالات نامساعد تھے ۔ لیکن علم دوست ہمایوں بادشاہ نے اپنے جانشین کو زیور علم سے آراستہ کرنے کے لیے غفلت سے کام نہیں لیا چنانچہ اکبر کی تعلیم کے لیے ملا حصام الدین ابراھیم ، مولانا بایزید ، مولانا پیر محمد خان ، نقیب خان ، ملا عبدالقادر ، بیرم خان اور مولانا عبداللطیف قزوینی مقرر کیے گئے ۔[۴۹] لیکن ایں سعادت بزور بازو نیست کے مصداق اکبر امی ہی رہا جس کا اعتراف اُس کا بیٹا اور جانشین جہانگیر بھی کرتا ہے ۔ مگر اکبر نے علمی کمی کی تلافی کے لیے کتابوں کو جمع کیا اور انکو بڑے غور و خوض کے ساتھ سماعت کرتا تھا ۔ عہد اکبر میں شاہی کتب خانہ قلعہ آگرہ کے برج مثمن کے بغلی لمبے کمرہ میں تھا ۔ ہمایوں کے کتب خانے کی ساری کتابیں تو پہلے ہی سے تھیں ان کے علاوہ مختلف مقامات اور اشخاص سے بھی کتابیں ہی بطور تحفہ وصول ہوا کرتی تھیں ۔[۵۰] حتیٰ کہ سرزمین عرب سے بھی لوگ اکبر کے ہاں کتابوں کے تحفے بھیجا کرتے تھے ۔ نتیجے کے طور پر بے شمار نادر کتابیں کتب خانہ شاہی میں جمع ہو گئی تھیں ۔[۵۱] فتوحات کے موقع پر بھی بہت سی نادر کتابیں ملیں ۔ چنانچہ جب اکبر نے گجرات فتح کیا تو اعتماد خان گجراتی کی جمع کردہ بہت سی عمدہ نفیس اور قیمتی کتابیں غنیمت میں آئیں ۔ ان کتابوں کو اکبر نے خود اپنے ہاتھ سے موجودہ علماء میں تقسیم کیا ۔[۵۲] گجرات کے علاوہ جون پور ، بہار ، بنگال اور دکن کے کتب خانوں کی کتابیں بھی اکبر

کو ملیں -[٥٣]

اکبر کے کتب خانے میں تمام کتابیں مسودات پر مشتمل تھیں۔ کیونکہ اکبر مطبوعہ کتابوں کی فکر نہیں کرتا تھا ۔ ۔ ۔ چنانچہ اس کی وفات پر ۲۴،۰۰۰ قلمی نسخے پائے گئے ۔ جن میں سے اکثر قدیم اور مصنفین کے لکھے ہوئے تھے۔ ان کی جلدیں نہایت شاندار تھیں ۔ جن پر بہترین مصوروں نے نقاشی کی تھی -[٥٤] سمتھ کے اس بیان سے یہ حقیقت بھی طشت از بام ہو جاتی ہے ۔ کہ سرزمین ہند میں اور اس سے متصل ممالک میں شاندار منقش جلدوں کا رواج مسلمانوں کا مرہون منت ہے ۔ کیونکہ چودھویں اور پندرھویں صدی عیسوی تک ہندوستان ، چین اور ان سے ملحقہ ممالک میں کتابوں کی جلدیں نہیں ہوا کرتی تھیں -[٥٥]

اکبر کے حکم سے چنگیز نامہ ، ظفر نامہ ، اکبر نامہ ، رزم نامہ و راماٸن نل و دمن ، کلیلہ و دمنہ و عیار دانش وغیرہ بہترین نقوش و تصاویر سے مزین کی گئیں -[٥٦] داستان امیر حمزہ بارہ جلدوں پر مشتمل تھی ۔ اس کتاب میں ایک ہزار چار سو عجیب و غریب تصاویر تھیں ۔ جن کو دیکھ کر ناظرین محو حیرت ہو جاتے تھے -[٥٧] لیکن اکبر کے لیے جو بہت سی کتابیں مصور کی گئی تھیں ان میں سے سب سے زیادہ اہم خود اس کی زندگی ور کارناموں کی داستان اکبر نامہ تھا اکبر نامے کی مختصر تصاویر اس کی سیرت کے بہت سے پہلوؤں کی عکاسی کرتی ہیں -[٥٨]

اکبر کی زیر سرپرستی مندرجہ ذیل کتابوں کے تراجم کیے گئے -

کتاب	مترجم
١- مہابھارت	: شیخ فیضی ، حاجی سلطان تھانیسری ، نقیب خان ملا عبدالقادر اور پنڈتوں کی ایک جماعت
٢- راماٸن	: عبدالقادر بدایونی
٣- سنگھاسن بتیسی	: عبدالقادر بدایونی
٤- حیواة الحیوان	: شیخ مبارک
٥- اتھربن	: ملا عبدالقادر بدایونی ، ایک نو مسلم برہمن بھاون شیخ ابراہیم سرہندی
٦- انجیل	: ابو الفضل
٧- تزک بابری	: خان خانان عبدالرحیم خان
٨- لیلاوتی	: فیضی
٩- تاجک	: مکمل خان گجراتی
١٠- ہرلیس	: مولانا شیری

کتاب	مترجم
۱۱- معجم البلدان	: ملا احمد ٹھٹھہ ، قاسم بیگ - شیخ منور
۱۲- تاریخ کشمیر	: مولانا شاہ محمد شاہ آبادی
۱۳- کلیلہ و دمنہ	: ملا حسین واعظ
۱۴- نل و دمن	: فیضی
۱۵- جامع رشیدی	: ملا عبدالقادری بدایونی
۱۶- بحر الاسماء	: ملا عبدالقادر بدایونی
۱۷- تاریخ الحکماء	: مقصود علی تبریزی
۱۸- آنچ مرزائی	: میر فتح اللہ شیرازی ، ابو الفضل - کشن جوتشی گنگا دھر ، میش مہانند
۱۹- تاریخ الفی (تصانیف)	: ملا عبدالقادر بدایونی ، لقیب خان ، فتح اللہ ، حکیم ہمام ، حکیم علی ، حاجی ابراہیم سرہندی ، نظام الدین احمد ، مولانا احمد ٹھٹھوی ، جعفر بیگ اور آصف خان (انڈیا آفس لائبریری میں چار جلدوں میں موجود ہے)
۲۰- اکبر نامہ	: ابو الفضل
۲۱- آئین اکبری	: ابو الفضل

ان تصانیف سے اکبر کے کتب خانے میں معتدبہ اضافہ ہوا - شیخ فیضی کے انتقال کے بعد اُس کے کتب خانے کی چار ہزار چھ سو نفیس اور تصحیح شدہ کتابیں جن میں سے اکثر خود مصنفین کی لکھی ہوئی تھیں کتب خانہ شاہی میں داخل کی گئیں -۵۹

عہد اکبر میں شاہی کتب خانہ دو حصوں میں منقسم تھا ایک حصہ قصر شاہی کے اندر اور ایک باہر تھا۔ تمام علوم و فنون کی کتابوں کو اپنے ذوق اور قیمت کے پیش نظر مختلف مدارج میں رکھوایا - ہندی ، فارسی ، یونانی ، کشمیری ، اور عربی زبان کی کتابیں نظم و نثر کے اختلاف کے لحاظ سے ترتیب وار اکبر کو پیش کی جاتی تھیں -۶۰ اکبر کے عہد میں ملا پیر محمد بھی شاہی کتب خانے کے داروغہ رہے۔۶۱

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اکبر نے اپنی تعلیمی استعداد کو بڑھانے کے لیے کتابوں کی سماعت کا مشغلہ اختیار کیا تھا چنانچہ اکبر کا معمول تھا کہ وہ عام طور پر ہر رات کو مختلف مضامین پر مشتمل کتابیں اہل علم سے سنتا تھا اور بعض دفعہ تو پوری پوری رات کتابوں کے سننے میں بسر ہو جاتی تھی - اور بعد

ساعت انھیں نہایت احتیاط کے ساتھ شاہی کتب خانے میں جمع کر دیا جاتا تھا ۔۶۲ بادشاہ ہر کتاب کو اول سے آخر تک سنتا اور ہر روز جس صفحے یا سطر تک پڑھی جاتی تھی ۔ خود اپنے قلم سے ہندسہ شمار تحریر کر دیتا تھا اور پڑھنے والے کو اوراق کی تعداد کے مطابق زر سرخ اور سفید انعام دیا جاتا تھا ۔ نیز کتاب کو مکرر سننے سے کبیدہ خاطر نہیں ہوتا تھا ۔ بلکہ بے حد شوق کے ساتھ کتابوں کو دوبارہ سنتا تھا ۔ اخلاق ناصری ، کیمیائے سعادت ، قابوس نامہ ، مکتوبات شرف منیری ، گلستان و بوستان سعدی ، حدیقہ مثنوی معنوی ، جام جم ، شاہنامہ اور خمسہ اکبر کو بہت پسند تھیں ۔۶۳ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تاریخی سرگذشت ، اکثر فقہی مسائل اور فلسفہ و حکمت کے عمدہ مباحثوں میں وہ خود بحث اور گفتگو کرتا تھا ۔۶۴ اور جب وہ دانش وروں اور اہل علم کے ساتھ محو گفتگو ہوتا تھا ۔ تو کوئی گمان بھی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ امی ہے ۔ وہ نظم و نثر کی باریکیوں کی تہہ تک ایسی حد تک پہنچا تھا کہ ان سے زیادہ تصور نہیں کیا جا سکتا ۔۶۵ یہی وجہ ہے کہ وہ شعراء کی قدر کرتا تھا اور اس قدر دانی کا نتیجہ تھا کہ اس نے ملک الشعرائی کا خاص عہدہ قائم کیا اکبر کی فیاضیوں کو دیکھ کر ایران کے اکثر شعراء ہندوستان امڈ آئے ۔۶۶

آغاز تخت نشینی میں اکبر نہایت دین دار اور علماء ربانی کی انتہائی قدر کرنے والا تھا ۔ چنانچہ قطع نظر اس کے کہ بادشاہ محل شاہی میں ہو یا کیمپ میں ہو پانچوں فرض نمازیں ان کے اوقات میں باجماعت پڑھتا تھا ۔ اور قرآن کریم کی تلاوت بھی کرتا تھا ۔ بلکہ اس میں شک نہیں کہ وہ خود امامت بھی کرتا تھا ۔ لیکن ۹۸۶ھ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ اس نے اپنا مذہب ترک کر دیا۶۷ در اصل دین پر دنیاوی مصلحت کو ترجیح دی اور سلطنت کو مستحکم کرنے کے لیے رواداری کے پردے میں ایسی حکمت عملی اختیار کی ، جس سے ہندو رعایا خوش ہو جائے ۔ چنانچہ مآثر رحیمی میں ہے ۔ کہ اکبر تمام مذاہب و عقیدوں سے متعلق رو داری کا قائل تھا ۔ اور ان میں کوئی تمیز روا نہیں رکھتا تھا ۔ اس کے نزدیک بنی آدم اعضائے یک دیگراند تھے۶۸ - یہی وجہ ہے کہ اس کے دربار میں صوفیا ، اطبا ، واعظین ، وکلا ، سنی ، شیعہ ، برہمن ، جین مت ، بدھ مت ، چار باکز ، عیسائی ، یہودی ، زرتش اور ہر عقیدہ سے تعلق رکھنے والے علماء جمع رہتے تھے ۔ ان میں سے ہر ایک اپنا مؤقف بلا خوف و جھجک بیان کرتا تھا ۔ اور بعض اوقات تو یہ جھگڑے طویل اور جذباتی صورت اختیار کر جاتے تھے۶۹ ۔

اکبر کا مذہبی عقیدہ خواہ کچھ بھی تھا ۔ اتنی بات ثابت ہے کہ اس کا دور علم و فن کے اعتبار سے انتہائی زریں تھا بے شمار علماء و فضلا جو مروجہ علوم میں مہارت رکھتے تھے دربار میں موجود تھے۷۰ ۔ فتح پور کی ایک عمارت جو عبادت خانے کے

نام سے موسوم تھی اکبر اپنا زیادہ وقت وہاں علماء و صلحاء کے ساتھ گزارتا تھا ۔ اور ان میں سے ہر ایک کو سونے اور چاندی کے انعامات سے نوازتا تھا[۷۱] اور پھر عہد اکبری تک ایران سے علمی روابط کا مجموعی اثر یہ ہوا کہ نصاب تعلیم میں معقول ، فلکیات اور ریاضیات کا پلہ بھاری ہو گیا اور دنیا کے کاروبار میں ان کی افادیت مسلم ہو گئی[۷۲] ۔ اس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ دینی و مذہبی علوم پر مشتمل کتابوں کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم پر لکھی گئی کتابوں کا کتب خانہ شاہی میں خاصا اضافہ ہوا ۔

کتب خانہ جہانگیر متوفی ۱۰۳۷ھ/۱۶۰۵ء :

رواج کے مطابق چار سال چار ماہ اور چار دن کی عمر میں رسم مکتب ادا کی ۔ ملک الشعراء فیضی ، مولانا میر کلاں ہراتی ، قطب الدین آتکہ ، عبدالرحیم خان خانان ، مولانا علی احمد نشانی جیسے علماء جہانگیر کے استاد تھے ۔

جہانگیر فارسی زبان کا ایک بے مثل انشا پرداز تسلیم کیا جاتا ہے اس کا علمی شاہکار خود اس کی تزک ہے ۔ جو سادگی ، صفائی ، بے تکلفی ، بے ساختگی اور قادر الکلامی کے لحاظ سے عدیم المثال ہے[۷۳] ۔ ملتان کے سید علی شاہ گردیزی کے کتب خانے میں تزک جہانگیری کا وہی نسخہ موجود ہے ۔ جو جہانگیر نے شہزادہ خرم (شاہجہان) کو عطا کیا تھا ۔ کتب کے بیرونی صفحے پر جہانگیر کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی عبارت ہے[۷۴] ہے ۔ نثر کے علاوہ اس کا ذوق شعری اس قدر بلند و صحیح تھا جس قدر ایک بڑے نقاد فن کا ہو سکتا ہے ۔ ایک دفعہ ایک شاعر نے جہانگیر کی مدح میں قصیدہ لکھ کر پیش کیا ۔ مطلع کا پہلا مصرع یہ تھا :

ع اے تاج دولت برسہ سرت از ابتدا تا انتہا

جہانگر نے سنا تو پوچھا کیا تم عروض جانتے ہو ؟ شاعر نے کہا نہیں جہانگیر نے کہا اچھا ہوا تمہارے قتل کا حکم تھا پھر مصرعے کی تقطیع کرکے بتایا کہ دوسرا رکن یوں آتا ہے ۔ دولت برسرت اور یہ سخت بے ادبی ہے[۷۵] ۔ اکبر نے جہانگیر کی فارسی ، عربی ، ترکی ، ہندی ، ریاضی ، تاریخ و جغرافیہ اور دیگر علوم کی تعلیم کا بندوبست کیا[۷۶] ۔ فارسی کے علاوہ جہانگیر ترکی اور ہندی کے شعر و ادب میں بھی اچھا ذوق رکھتا تھا ۔ حسن پرستی اس کی فطرت میں تھی ۔ شعر و ادب نے اس ذوق کو نکھار دیا[۷۷] ۔

جہانگیر نے اپنے والد کے قائم کردہ ملک الشعرائی کے عہدہ کو بحال رکھا ۔ اور طالب آملی کو ملک الشعرائی کے عہدے پر فائز کیا ۔ طالب آملی کے علاوہ طفلی ، محمد ہاشم سنجر اکبری ، عرفی ، نظیری نیشاپوری ، حیاتی گیلانی ، مولانا شیکبی صفاہانی ، ملا لطفی تبریزی الملک ، مولانا علی احمد نشانی ،

عطائی معنوی ، حسن بیگ خاکی ، حکیم عارف ایگی اور الرشید قابل ذکر شعراء جہانگیر کے دربار سے منسلک تھے ۔

جہانگیر علوم کا سرپرست تھا چنانچہ علم کی اشاعت کے لیے جہانگیر نے یہ حکم دیا کہ جس جگہ بھی کوئی مسافر ، تاجر یا مقیم مالدار فوت ہو جائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا مال امانت رکھا جائے اور وارث کے مفقود الخبر ہونے کی صورت میں اس کے ترکے کو مسجدوں ، پلوں ، مدرسوں ، سراؤں کی تعمیر و قیام میں صرف کیا جائے ۸۷ - جہانگیر نے ان مدارس کی مرمت کرائی جو تیس سال سے پرندوں اور چوپاؤں کی پناہ گاہ بنے ہوئے تھے ۔ اور انھیں طلبا و مدرسین سے آباد کیا ۷۹ ۔ چنانچہ وہ خود لکھتا ہے ۔ کہ ۱۰۲۷ھ کو جب گجرات کے علماء مشائخ میرے ساتھ مقام جبر سیما تک آئے تو میں نے انھیں مرتبہ خلعت اور خرچ اور مدد معاش کے طور پر زمین دے کر رخصت کیا ۔ اور ان میں سے ہر ایک کو اپنے کتب خانہ خاص سے ایک ایک کتاب مثل تفسیر الکشاف ، تفسیر حسینی اور روضۃ الاحباب عنایت کیں اور ان کتابوں کی پشت پر میں نے اپنے گجرات آنے کی تاریخ لکھ دی ۸۰ ۔ اس کے دور کے علماء میں سے ملا اور بھان شیرازی ، ملازی ، ملاشکر اللہ شیرازی ، ملا تقیائی ، شستری ، میر ابوالقاسم گیلانی ، اعمی اعمری ، ملا باقر کشمری ، ملا باقر ٹھٹی ، ملا مقصود علی ، قاضی نور اللہ ، ملا فاضل کابلی ، عبدالحکیم سیالکوٹی ، ملا عبدالمطلب سلطان پوری ، ملا عبدالرحمن بھورہ گجراتی ، ملا حسن فراعنی گجراتی ، ملا حسین گجراتی ، خواجہ عثمان حصاری ، ملا محمد جونپوری قابل ذکر ہیں ۸۱ ۔ بادشاہ جب تخت نشین ہوا تو اس نے علماء کو لکھ دیا کہ وہ خداوند قدوس کے ان مفرد اسماء کو جمع کر دیں ، جن کا یاد کرنا آسان ہو تاکہ وہ ان اسماء حسنیٰ کو اپنا ورد بنا سکے ۔ وہ اپنے باپ اور دادا کی روایت کے مطابق ہر شب جمعہ علماء اور صلحا کے درمیان بسر کرتا تھا ۸۲ ۔

جہانگیر اپنے والد اکبر کی طرح اندھا دھند اور مصلحت آمیز روا داری کا قائل نہیں تھا ۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ہندو جوگیوں کی قدر بھی کرتا تھا لیکن حضرت مجدد الف ثانیؒ کی صحبت فیض اثر نے اس میں دینی غیرت بھی پیدا کر دی تھی ۔ چنانچہ جب اسے معلوم ہوا کہ گجرات کے کفار کا ایک تو ہم پرست فرقہ Scaras (جین) نے معبودان باطل کے لیے ان کی شان میں بت خانے تعمیر کرائے ہیں ۔ اور ان کی انتہائی حد تک تعظیم روا رکھتے ہیں ۔ لیکن اس تقدس کے پردے ہیں زائرین عورتوں کی آبرو ریزی کرتے ہیں ۔ تو جہانگیر نے ان کے مندروں کو مسمار کرا دیا ۔ اور ان کے بتوں کو مسجدوں کی دہلیز پر گروا دیا ۔ تاکہ نمازی انھیں اپنے پاؤں تلے روندتے رہیں ۔ ۸۳

جیسا کہ احوال کتب خانہ اکبر میں بیان کیا جا چکا ہے کہ اکبر کی وفات

پر چوبیس ہزار بہترین مخطوطات کتب خانہ شاہی میں موجود تھے ۔ جہانگیر نے نہ صرف اس عظیم الشان کتب خانے کو قائم رکھا بلکہ اس میں بے پناہ اضافہ کیا ۔ تصویر خانہ بھی اکبر کے دور میں قائم کیا جا چکا تھا ۔ چنانچہ جہانگیر نے کتب خانے اور تصویر خانہ ہر دو کو ترقی دی اور مکتوب خان کو اس کا مہتمم مقرر کیا[٨٤] ۔

جہانگیر کو کتابیں جمع کرنے کا اس قدر شوق تھا کہ وہ بڑی سے بڑی قیمت ادا کر دیتا تھا ۔ جس مخطوطے کو جہانگیر نے تین ہزار اشرفیاں ادا کر کے خریدا یعنی دس ہزار پونڈ ، اس کو اگر پیرس میں فروخت کیا جاتا تو دو ہزار پونڈ میں بھی نہ بک سکتا ۔ دراصل منگول آل تیمور ، مغل شہنشاہ اور امراء اتنی زیادہ قیمتیں ادا کرتے تھے ، کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتیں ۔ یہ کوئی غیر معمولی بات نہ تھی ، کہ قرآن مجید کے کسی مشہور قلمی نسخے کے عوض اتنی رقم حاصل ہو جاتی تھی کہ وہ اس زمانے میں دس لاکھ فرانک کے برابر ہوتی ۔[٨٥]

جہانگیر نے کتابوں کو بالتصویر بنانے پر زور دیا تا کہ قارئین بیان کے ساتھ ساتھ تصاویر سے بھی محظوظ ہوں ۔ چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لیے "جہانگیر نامہ" کو ان جانوروں کی تصاویر سے مزین کرنے کا حکم دیا جو مقرب خان نے سمندر کے ساحلی مقام گوا سے لا کر پیش کی تھیں ۔[٨٦]

کتب خانہ شاہجہاں متوفی ١٠٧٦ھ/١٦٦٦ء :

دستور کے مطابق چار سال ، چار ماہ ، چار دن کی عمر میں رسم مکتب ادا کی گئی ۔ شاہجہاں کے اساتذہ میں دوائی گیلانی اور تاتار خان قابل ذکر ہیں ۔ اساتذہ کے علاوہ شاہجہاں کے دربار میں شعراء کی تعداد بکثرت تھی اور وہ اپنی فیاضی اور قدر دانی میں اکبر اور جہانگیر سے سبقت لے گیا لیکن با ایں ہمہ رخصت ہے کہ شاہجہاں اپنے آباءو اجداد بابر، ہمایوں اور جہانگیر جیسا علمی ذوق نہ رکھتا تھا۔ اور نہ ہی کوئی علمی تصنیف چھوڑی ہے ۔ لیکن اس کی کتاب زندگی کا کوئی صفحہ علمی دلچسپیوں سے خالی نہیں ۔ اس کے دربار کی علمی فضاء اور اہل علم و سخن کے ساتھ اس کی عدیم المثال فیاضیاں اور زر پاشیاں پھر داراشکوہ جہاں آرا ، مراد ، اورنگ زیب کی اعلیٰ تعلیم و تربیت اس کے ذوق سلیم کی شہادت ہے ۔[٨٧]

صالح محمد کمبوہ لکھتا ہے کہ: شاہ ہنر پرور دانش نواز کو شوق تھا کہ شریعت اسلامی کو رواج دیں ۔ اس لیے عالموں ، فاضلوں ، اور طالب علموں وغیرہ کی تربیت پر مائل رہے ۔ جامع مسجد کے شمال میں شفاخانہ تھا اور اس کے جنوب میں شاہی جامعہ تھی ۔ اس میں اس دور کے علماء میں سے عبدالحمید لاہوری مصنف پندنامہ ، امین قزوینی ، عنایت خان اور دیگر علماء پڑھاتے تھے ۔[٨٨]

وہ ترکی کا بہترین عالم تھا ۔ اور اپنی علمی ذوق کی تسکین کے لیے اس نے اپنا ذاتی کتب خانہ بھی قائم کیا ۔ اور مطالعہ کے لیے اس نے رات کا کچھ حصہ مخصوص کر رکھا تھا ۔[٨٩] رات کے دس بجے کے قریب جب بادشاہ آرام کے لیے خواب گاہ میں جاتا تو عمدہ کتب بینوں اور شاہی بستر کے درمیان پردہ حائل کیا جاتا ۔ دوسری جانب سے قاری بلند آواز سے مختلف مضامین پر مشتمل کتابیں پڑھتا تھا مثلاً سفر نامے ، اولیاء کرام کی سوانح یا تاریخ ۔ شاہجہاں کو بابری کی تزک بابری بہت پسند تھی ۔[٩٠]

اس کی سرپرستی میں شاہی کتب خانے میں اہم تصنیفات اور تراجم کے علاوہ چار ضخیم لغات مرتب ہو کر اضافہ کا باعث بنیں ۔ کتابوں میں شاہجہاں کی ذاتی دلچسپی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے ۔ کہ شاہنامہ کے شہرہ آفاق نسخہ پر جو بابر اپنے ہمراہ ہرات سے لایا تھا ، اس نے اپنے جلوس کے پہلے روز ہی لکھا کہ آج یہ شاہنامہ یہیں ذاتی کتب خانے میں داخل کیا جاتا ہے ۔[٩١]

شاہجہاں کے کتب خانے میں مسودات کی چوبیس ہزار نفیس جلدیں موجود تھیں ۔ ایک تخمینے کے مطابق -/٦٣,٦٣,٧٣١ روپے قیمت لگائی گئی اور اس لحاظ سے ہر کتاب کی اوسط قیمت -/٢٦٠ روپے بنی ۔ یہ کتابیں تصاویر سے بھی مزین تھیں ۔[٩٢]

شاہجہاں کے دور میں چیف لائبریرین کو داروغۂ کتاب خانہ کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا ۔ شاہجہاں نے ١٠٥٦ھ میں اس عہدے پر میر عبداللہ مسکین قلم کے صاحبزادے میر صالح کو مقرر کیا ۔ میر محمد صالح کو نظم و نثر دونوں سے گہری دلچسپی تھی ۔ اور متعدد کتابوں کے مصنف تھے ۔ فارسی میں کشفی اور اور ہندی میں سحیانی تخلص کرتے تھے ۔[٩٣] میر صالح کے علاوہ عبدالرحمن ، راشد خطاط ، میر سید علی ، اعتماد خاں اور عنایت خاں بھی داروغہ کتب خانہ رہے ہیں ۔

کتب خانہ اورنگ زیب عالمگیرؒ متوفی ١١١٨ھ/١٧٠٧ء :

اورنگ زیب نے اپنے وقت کے قابل اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ۔ چنانچہ مولانا عبداللطیف سلطان پوری ، مولانا ہاشم گیلانی ، علامہ سعداللہ ، ملا موہن بہاری ، مولانا سید محمد قنوجی ، ملا شیخ احمد معروشاہہ ، ملاجیون ، شیخ عبدالقوی اور دانش مند خان جیسے قابل عالم اورنگ زیب کے اساتذہ میں سے تھے ۔

اورنگ زیب نے علوم دینیہ تفسیر ، حدیث ، فقہ ، اور حجۃ الاسلام غزالیؒ کی تصانیف سے استفادہ کیا ۔ اور تخت نشین ہونے کے بعد پورا قرآن مجید حفظ کرنے کی سعادت بھی حاصل کی ۔ ان کو نثر اور انشاء پر بہترین دسترس حاصل تھی ۔ اور دین سے لگاؤ کے باعث لغو شعر پسند نہیں کرتے تھے ۔[٩٤]

ہندوستان کے ہندو جس قدر اورنگ زیب عالمگیرؒ سے بغض اور نفرت کے جذبات رکھتے شاید ہی کسی شخصیت سے رکھتے ہوں ۔ اور اس تعصب میں صرف ان ہندوؤں کا حصہ نہیں جو اس علم کے وارث ہیں جو ”مثل ایک ندی کے ہے ۔ جس کی ریتی میں سونے کے ریزے ملے ہوئے ہیں ۔ لیکن جب تک ہزار من کیچڑ دھو کر صاف نہ کی جائے یہ ریزے ہمیں نہیں ملتے“ ؛ بلکہ جدید اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہندو بھی اس بلا میں مبتلا ہیں چنانچہ ڈاکٹر بمل کارِدت لکھتا ہے کہ ”تیموریہ خاندان کے بادشاہ تعمیرات کے بڑے شائق اور علم کے عظیم سر پرست تھے ۔ اورنگ زیب کو چھوڑ کر تمام مغل بادشاہوں نے علم و ادب، فنون اور موسیقی کے فروغ میں دلچسپی لی ۔[۹۶] لیکن آگے چل کر جادو ناتھ سرکار کے حوالے سے خود لکھتا ہے کہ ”وہ صاحب عقل و فہم، ذہین مصنف ، اعلیٰ منتظم، بہادر سپاہی اور نیک مسلم بادشاہ تھا ۔ اس نے اسلامی تعلیمات کو بڑھایا ۔ بہت سے اسکول اور کالج قائم کیے ۔ پرانے مدرسوں کی مرمت کروائی ۔ اور اس کے ساتھ اپنے گورنروں کو حکم دیا کہ ہندو مندروں اور اسکولوں کو مسمار کر دیں اور ہندو مذہبی رسموں کا خاتمہ کر دیں ۔“[۹۷] لیکن حقیقت یہ ہے کہ اورنگ زیبؒ نے صرف ان علاقوں کے سکولوں اور بت خانوں کو منہدم کرایا جو بادشاہ کے خلاف سازش کا گڑھ بنے ہوئے تھے مثلاً متھرا ، جودھ پور ، بنارس اور اودے پور کے مدارس اور بت خانے، ورنہ اورنگ زیب ۲۰ برس دکن میں رہا اور ان ممالک میں ہزاروں بت خانے تھے ، لیکن کسی تاریخ میں ایک حرف بھی نہیں مل سکتا کہ اس نے کسی بت خانے کو ہاتھ بھی لگایا ۔[۹۸]

بادشاہوں کے بیٹوں کے برعکس اورنگ زیب بہت پڑھا لکھا اور مستند عالم تھا اور کتابوں سے مرنے دم تک محبت قائم رکھی ۔ اگر ہم قرآن عزیز کی اس بڑی تعداد سے صرف نظر بھی کر لیں جو اس نے مذہبی عقیدت سے مشین کی مانند اپنے ہاتھ سے لکھی، تب بھی اس بات کو نظر انداز نہیں کرسکتے کہ مصروف حکمران ہونے کے باوجود جس کے فرصت کے لمحات محدود تھے ، اس نے فقہ اور دینی علوم پر عربی زبان کی کتابوں کو پڑھا ۔ اور نایاب کتب از قسم نہایہ اور احیاء العلوم اور دیوان صائب کو اس قدر تلاش کرتا گویا کہ وہ فارغ البال کتابی کیڑا ہے ۔ اس کی فارسی زبان میں خط و کتابت اور عربی میں علمی مہارت ہر دو زبانوں پر اس کی کامل دسترس کی دلیل ہیں ۔ وہ اپنے خطوط کو ان دونوں زبانوں کے اقتباسات سے ہمیشہ مزین کیا کرتا ۔ عربی اور فارسی کے علاوہ وہ ترکی اور ہندی کو روانی سے بولتا تھا[۹۹] ۔ اورنگ زیب عالمگیر کی علمی لیاقت کا اندازہ شاہ عبدالرحیمؒ کے اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے ۔ کہ جب فتاویٰ عالمگیری کے ایک مقام پر دو عبارتوں کو خلط مبحث کر دیا جس سے عبارت کا مفہوم بدل گیا ۔ جب شیخ نظامؒ

نے وہ عبارت بادشاہ کے سامنے پڑھی تو بادشاہ نے فوراً ٹوکا اور پوچھا یہ کیا عبارت ہے[١٠٠] ۔

ان کے تمام صاحبزادے اور صاحبزادیاں حافظ قرآن مجید تھے ۔ اور انھوں نے علم کے کمالات حاصل کیے اور ترکی اور فارسی میں خطوط لکھنے پر مہارت تامہ حاصل کی[١٠١] ۔

اس میں شک نہیں کہ عقائد باطلہ کے مدارس اور تدریس کتب کو انھوں نے مٹایا ۔ لیکن علوم دینی کے لیے ہر شہر اور ہر قصبہ میں مدرسین کے لیے وظائف مقرر کیے ۔ علما کو روزینے اور جاگیریں عطا کیں اور طلبا کے اخراجات اور مدد معاش کے لیے کافی انتظام کیا[١٠٢] ۔

اورنگ زیب نے شاہی کتب خانے میں دینی کتب کا اضافہ کیا ۔ اور امراء بادشاہ کو تحفے کے طور پر کتابیں پیش کرتے تھے ۔ چنانچہ بخشی الملک مخلص خان نے جب دیوان صائب پیش کیا ۔ جس میں پند و فوائد پر مبنی ایک لاکھ اشعار تھے ۔ تو بادشاہ نے دیوان پسند کیا[١٠٣] ۔ بادشاہ دینی کتاب پیش کرنے والے کو انعام اور خطاب سے بھی نوازتا تھا ۔ حافظ نور محمد میر سامان سرکار نواب گوہر آرا بیگم کے منتخبات احیاء العلوم کو کتابت و تصیح کے بعد ہدایۃ بارگاہ معلی میں ارسال کیا تو بادشاہ نے نور محمد کو پانچ ایک ہزار نقد اور حافظ خاں کا خطاب دیا[١٠٤] ۔ علاوہ ازیں فتوحات کے موقع پر جو کتابیں ملتی تھیں ۔ وہ شاہی کتب خانے میں داخل کی جاتی تھیں ۔ چنانچہ جب بادشاہ نے بیجا پور فتح کیا تو ابراھیم عادل بیجا پوری کے کتب خانے کی بعض کتابیں جو فارسی اور عربی ادب سے واقفیت رکھنے والوں کے لیے حیرت انگیز اور دلکش تھیں ان تمام کو شاہی کتب خانے میں داخل کیا[١٠٥] ۔ محمود گاواں کے مجموعہ کتب کو بیدر سے حاصل کر کے شاہی لائبریری میں داخل کیا[١٠٦] ۔

اورنگ زیب عالمگیرؒ اپنا ذاتی کتب خانہ سفر میں بھی ساتھ رکھتا تھا۔ جب ان کی وفات ہوئی تو وہ سفر پر تھے۔وفات سے قبل مآثر عالمگیری کے مصنف محمد ساقی مستعد خاں اور ملا حیدر نے بادشاہ کی گرتی صحت کے پیش نظر ایک شعر کی صورت میں فال نکالی ۔ جس میں موت کی طرف اشارہ تھا ۔ لیکن جب موت واقع ہو گئی تو ان کا بیان ہے ۔ ہم نے کوشش کی لیکن وہ شعر یاد نہ آیا ۔ جس نے ہم کو جہاں پناہ کی رحلت کی پیشتر خبر دی تھی ۔ کتابیں سامان سفر کے ساتھ بندھ چکی تھیں[١٠٧] ۔

اس کتب خانے میں دینی علوم بالخصوص فقہ پر اس قدر ذخیرہ تھا ۔ کہ فتاویٰ عالمگیری کو مرتب کرنے کے لیے کسی اور کتب خانے کی ضرورت

محسوس نہیں ہوتی ۔ بادشاہ نے ارادہ کیا کہ دارالخلافہ کے علما کی ایک جماعت مقرر کی جائے تاکہ معتبر کتابوں اور مبسوط نسخوں سے جو کتاب خانہ شاہی میں طویل زمانے میں دنیا بھر سے فراہم کیے گئے ، تلاش اور تحقیق و تدقیق اور غور و خوض کے بعد مسائل کو جمع کریں اور ان سے ایک جامع کتاب مرتب کریں ۔ چنانچہ شیخ نظام کی سرکردگی میں علما کی ایک جماعت کو سرکاری کتب خانے سے تمام ضرورت کی کتابیں مہیا کی گئیں ۔ نیز عملے کی تنخواہوں ، وظائف اور انعامات میں بادشاہی خزانے سے ایک کثیر رقم ہر سال خرچ ہوتی تھی[۱۰۸] ۔

اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں ہدایت اللہ زرین قلم[۱۰۹] ، شیخ ابو الوالی قابل خان ، سید علی جواہر[۱۱۰] ، محمد علی صالح ، محمد منصور اور سید علی الحسینی[۱۱۱] شاہی کتب خانے کے ناظم رہے ہیں ۔

کتب خانہ محمد معظم شاہ عالم بہادر متوفی ۱۱۲۴ھ/۱۷۱۲ء :

اورنگ زیب عالمگیرؒ کی دیگر اولاد کی طرح بہادر شاہ نے بھی بچپن میں حفظ قرآن کریم کی سعادت حاصل کی بہادر شاہ علم قرأت وتجوید کے کامل ماہر تھے ۔ فن حدیث میں اس قدر صاحب کمال تھے کہ علماء حدیث ان کو محدث کے لقب سے یاد کرتے تھے ۔ علم فقہ میں شرعی مسائل کو بلا تکلف قرآن و حدیث سے استنباط فرماتے ۔ عربی ، فارسی اور ترکی زبان میں بہترین اہل زبانوں کے ہم پلہ تھے[۱۱۳] ۔ طبا طبائی کی رائے میں فقہ و حدیث میں ان کی تمام سلاطین تیموریہ سے زیادہ تعلیم تھی اسی تعلیم کی بنیاد پر وہ ہمیشہ صاحب علم و کمال حضرات کی صحبت میں بیٹھ کر مناظرۂ علمی میں حصہ لیتا تھا[۱۱۴] ۔ اور یہ محفل روزانہ منعقد ہوا کرتی تھی ۔ علماء کے علاوہ مرزا بیدل، نعمت خان عالی ، مرزا مبارک واضح ، مرزا سید حسین خالص اور قزلباش خان آمید جیسے مشہور شعراء ان کے دربار میں تھے ۔ ہندو شعراء میں بندرا بن داس اور امر جگ جیون داس تھے ۔ جگ جیون نے ۱۱۲۰ھ میں ''منتخب التواریخ'' لکھ کر پیش کی اور صلہ میں خطاب و خلعت سے نوازا گیا[۱۱۵] ۔ الغرض یہ سخی کریم اور بامروت بادشاہ ہر طبقے کے علماء و فقراء کا قدر دان تھا[۱۱٦] ۔

ان کے عہد حکومت میں دہلی میں دو درس گاہیں قائم ہوئیں ان میں سے ایک درس گاہ غازی الدین اور دوسری خان فیروز بیگ نے قائم کی[۱۱۷] اس کے علاوہ دارالحکومت میں ایک مدرسے کی تعمیر ہوئی اس کے مصارف شاہی خزانے سے ادا کیے گئے ۔

تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ اورنگ زیب کے بعد سلطنت آل تیموریہ محض شام غریباں بن کر رہ گئی تھی لہذا شاہی کتب خانے میں کوئی قابل قدر

اضافہ نہ ہوا تاہم اسلاف کے کتب خانے کو محفوظ رکھا گیا۔ لیکن محمد شاہ رنگیلا کے عہد میں جب نادر شاہ نے ہندوستان پر حملہ کیا تو اس نے شاہی تاج کے تمام جواہرات، مشہور ہیرا کوہ نور اور تخت طاؤس کے علاوہ شاہی کتب خانے سے بہت سی قیمتی کتابیں بھی اپنے ساتھ ایران لے گیا۔

کتب خانہ شاہ عالم ثانی متوفیٰ ١٨٠٦ء :

محمد شاہ کے عہد حکومت میں تیموری دربار پھر بڑے بڑے ارباب فضل و کمال سے بھر گیا جہاں تک کتب خانہ شاہی کا تعلق ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہی خاندان نے اپنے بیش بہا کتب خانے سے نادر شاہ کی غارت گری کی بدولت محروم ہو جانے کے بعد کتابوں کو جمع کرنا جاری رکھا اور ان کا مجموعہ کتب شاہ عالم ثانی کے عہد حکومت میں ایک معقول کتب خانہ بن گیا[١١٨]۔

لیکن ہر کمالے را زوالے کے فطری قانون کے تحت ایک شاندار تہذیب کا شیرازہ بکھرنے والا تھا اس لیے غلام قادر جو شیطان بشکل انسان تھا اس نے بادشاہ کو آنکھوں سے محروم کیا اور اس واقعے کے تیسرے روز ١٢ ذیقعدہ کو جواہر خانے سے جواہرات کے ڈبے کے علاوہ کتب خانے سے قرآن عزیز کے چند نسخے اور کتابوں کی آٹھ ٹوکریاں نکال کر لے گیا[١١٩]۔

کتب خانہ سراج الدین ابو المظفر بہادر شاہ متوفیٰ ١٨٦٢ء :

بہادر شاہ ظفر آل تیمور کا آخری بادشاہ تھا جس کی سلطنت سمٹ کر قلعہ معلی تک محدود ہو گئی تھی۔ لیکن ادبی اور علمی لحاظ سے وہ آل تیمور کا صحیح جانشین تھا بہادر شاہ مجموعہ محاسن تھا وہ ہنر پرور تھے، فن کار تھے، شاعر تھے، خطاط اور خوش نویس تھے . . . ان کے دربار میں وہی بار پاتا تھا جو کچھ صلاحتیں رکھتا تھا[١٢٠]۔

بادشاہ ہونے سے قبل آپ مرزا محمد علی ظفر کے نام سے مشہور تھے اور شعر و شاعری کے بادشاہ تھے۔ صاحب دیوان تھے۔ ان کی تصنیف کردہ کتب میں شرح گلستان سعدی اور حقیقت مذہب اہل سنت والجماعت قابل ذکر ہیں۔ سید صباح الدین عبدالرحمن نے کیا خوب کہا ہے کہ وہ بادشاہ بنا لیکن حکمرانی کے لیے نہیں بلکہ اپنے اسلاف کی سطوت و عظمت کی یاد میں خون کے آنسو بہانے کے لیے وہ اپنے سوز و گداز کا اظہار اپنی شاعری میں کرتا تھا۔ اس لیے اپنے ہم عصر ہندوستانی شعراء میں نہایت اعلی پایہ رکھتا تھا اس لیے ادب کے شائقین کو تیموری نسل کے اس عظیم شاعر اور بد قسمت بادشاہ سے اور بھی زیادہ لگاؤ ہونا چاہیے[١٢١]۔

شاہی کتب خانہ جو سلطنت کے زوال کے ساتھ ساتھ زوال پذیر تھا بہادر شاہ کے عہد میں تین لاکھ روپے کی مالیت کا رہ گیا جو ١٨٥٧ء میں ضبط ہوا[١٢٢]۔

حوالہ جات

۱۔ اولگا پنٹو ۔ ''دی لائبریز آف دی عربز ڈیورنگ دی ٹائم آف عباسی'' ترجمہ ایف کرنکوا اسلامک کلچر حیدر آباد دکن ، جلد ۳ ، ص ۲۱۰ ۔

۲۔ ابن عبدالبر آندلسی ۔ العلم والعلماء مترجمہ عبدالرزاق ملیح آبادی مقدمہ مترجم ۔ لاہور ، ادارہ اسلامیات ، ۱۹۷۷ء ص ۲۱ ۔

۳۔ تارا چند ۔ تمدن ہند پر اسلامی اثرات مترجمہ محمد مسعود احمد ۔ لاہور ، مجلس ترقی ادب ، ۱۹۶۴ء ص ۳۲۴ ، ۳۲۵ ۔

۴۔ ڈاکٹر گستاولی بان ۔ تمدن ہند ۔ مترجمہ سید علی بلگرامی ۔ لاہور ، مقبول اکیڈیمی ، ص ۳۱۶ ۔

۵۔ میر ناصر علی ۔ ''سلاطین مغلیہ کے دفتروں کی تحقیق'' ماہنامہ قومی زبان ۔ کراچی ، انجمن ترقی اردو پاکستان ، ۱۹۷۶ء جلد ۴۶ ، شمارہ ۷ ، ص ۳۷ ۔

۶۔ امیر تیمور ۔ تزک تیموری مترجمہ سید ابو ہاشم ندوی ۔ لاہور ، سنگ میل پبلی کیشنز ، ۱۹۶۶ء ، ص ۷۵ ۔

۷۔ میرزا محمد حیدر دغلت تاریخ رشیدی مترجمہ این ایس ۔ لندن ، کروزن پریس ، ۱۹۷۲ء ص ۱۵۵ ۔

۸۔ ظہیر الدین بابر ۔ بابر نامہ مترجمہ اے ۔ ایس بیورج ۔ لاہور ، سنگ میل پبلی کیشنز ، ۱۹۷۹ء ، ص ۱۵ ۔

۹۔ صباح الدین عبدالرحمن بزم تیموریہ ۔ اعظم گڑھ ، مطبع معارف ، ۱۹۴۸ء ص ۶ ۔

۱۰۔ ایضاً ، ص ۵ ۔

۱۱۔ ڈاکٹر گستاولی بان ۔ محولہ بالا ص ۳۱۶ ، ۳۱۷ ۔

۱۲۔ محمد قاسم فرشتہ ۔ تاریخ فرشتہ مترجمہ محمد فدا علی طالب ۔ جلد ۲ حیدر آباد دکن ، دارالطبع عثمانیہ سرکار ، ص ۷۲۲ ۔

۱۳۔ ظہیر الدین بابر ۔ بابر نامہ محولہ بالا ، ص ۴۳۷ ، ۴۳۸ ۔

۱۴۔ محمد صالح کنبوہ عمل صالح المعروف بہ شاہجہان نامہ مترجمہ ڈاکٹر ناظر حسن زیدی ۔ جلد اول ۔ لاہور ، مرکزی اردو بورڈ ، ۱۹۷۱ء ص ۳۷ ۔

۱۵۔ صباح الدین عبدالرحمن ۔ محولہ بالا ۔ ص ۱۵ ، ۱۹ ۔

۱۶۔ ایضاً ، ص ۱۶ ۔

۱۷- شبلی نعمانی ۔ شعر العجم حصہ سوم ۔ لاہور ، ملک نذیر احمد تاج بکڈپو اُردو بازار ، ت ۔ ن ، ص ۵ ۔

۱۸- ملا عبدالقادر ملوک شاہ بدایونی ۔ منتخب التواریخ ترجمہ محمود احمد فاروقی ۔ لاہور ، شیخ غلام علی اینڈ سنز ، ۱۹۶۲ء ، ص ۲۳۲، ۲۳۳ ۔

۱۹- نظام الملک ہاشم علی خان المعروف بہ خافی خان ۔ منتخب اللباب مترجمہ محمود احمد فاروقی حصہ اول ۔ کراچی ۔ نفیس اکیڈیمی ، ۱۹۶۳ء ، ص ۹۲ ۔

۲۰- پروفیسرنریندر ناتھ لا۔عہد اسلامی میں تعلیمی ترقی مترجمہ اخلاص حسین زبیری ۔ کراچی ، اکیڈیمی آف ایجوکیشنل ریسرچ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس ، ۱۹۶۵ء ص ۱۳۱ ۔

۲۱- محمد اسحاق بھٹی ۔ فقہائے ہند جلد سوم ۔ لاہور ، ادارہ ثقافت اسلامیہ ، ۱۹۷۶ء ، ص ۲۹ ۔

۲۲- فرشتہ ۔ محولہ بالا ۔ ج ۲ ص ۲۰۶ ۔

۲۳- ظہیر الدین بابر ۔ تزک بابری ۔ مترجمہ ناتُف جی ۔ ٹالبوٹ ۔ لاہور ، دی بک ہاؤس ، ۱۹۶۸ء ، ص ۱۷۶ ۔

۲۴ ڈاکٹر بمل کمار دت ۔ ہندوستان کے زمانہ قدیم و وسطیٰ کے کتب خانے مترجمہ سرتاج احمد عابدی دہلی ، ترقی اُردو بورڈ ، ۱۹۷۹ء ، ص ۶۱ ۔

۲۵- ایضاً ، ص ۸۱ ۔

۲۶- بدایونی ۔ محولہ بالا - ص ۳۰۹ ، ۳۱۰ ۔

۲۷- سعید احمد ۔ مسلمانوں کا عروج و زوال ۔ دہلی ، ندوۃ المصنفین جامع مسجد ، ۱۹۶۳ء ، ص ۳۰۴ ۔

۲۸- شیخ محمد اکرام ۔ رود کوثر ۔ لاہور ، ادارہ ثقافت اسلامیہ ، ۱۹۷۹ء ، ص ۱۹ ۔

۲۹- فرشتہ ۔ محولہ بالا ۔ ج ۲ ، ص ۳۱۱ ۔

۳۰- نور الدین جہانگیر ۔ تزک جہانگیری مترجمہ اعجاز الحق قدوسی ، ج ۱ ۔ لاہور ، مجلس ترقی ادب ، ۱۹۶۸ء ص ۱۷۵ ۔

۳۱- عبدالوہاب بخاری ۔ ''انڈو پرشیئن لٹریچر ان مڈایول انڈیا'' ۔ این آوٹ لائن آف دی کلچرل ہسٹری آف انڈیا ۔ حیدر آباد دکن ، دی انسٹیٹوٹ آف انڈو مڈل ایسٹ کلچرل سٹیڈی ، ۱۹۵۸ء ، ص ۸۶ ۔

۳۲- محمد حفیظ اللہ پھلواری ۔ ''نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ کا علمی ذوق'' المعارف (لاہور ، ادارہ ثقافت اسلامیہ ، ۱۹۷۱ء) جلد ۴، شمارہ ۶

ص ۲۵ -
۳۳- نور الدین جہانگیر - محولہ بالا ، جلد ۲ ص ۱۰۶ ، ۱۰۷ -
۳۴- ابو الحسنات ندوی - ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں - امرتسر ، روز بازار الیکٹرک پریس ہال بازار ، ۱۹۴۲ء ، ص ۲۵ -
۳۵- ایس - ایم - جعفر - ایجوکیشن ان مسلم انڈیا - پشاور ، قصہ خوانی بازار ، ۱۹۳۶ء ، ص ۷۸ -
۳۶- وی - ڈی - مہاجن - دی مسلم رول ان انڈیا جلد ۲ - دہلی ، ایس - چاند اینڈ کمپنی ، ۱۹۶۲ء ص ۲۲۲ -
۳۷- ڈاکٹر بمل کمار دت - محولہ بالا - ص ۶۲ -
۳۸- پروفیسر لا - محولہ بالا ، ص -
۳۹- سر سید احمد خان - آثار الصنادید - کراچی ، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی ۱۹۶۶ء ، ص ۵۸ -
۴۰- گلبدن بیگم - ہمایوں نامہ ترجمہ رشید اختر ندوی - لاہور ، سنگ میل پبلی کیشنز ، ۱۹۷۹ء ، ص ۵۰ -
۴۱- سعید احمد رفیق - ''شاہان مغلیہ کا شاہی کتب خانہ'' الزبیر کتب خانہ نمبر بہاولپور ، اردو اکیڈیمی ، ۱۹۶۷ء ، ص ۵۶ -
۴۲- نور الدین جہانگیر محولا بالا جلد اول ، ص ۱۷ -
۴۳- جوہر تذکرة الواقعات مترجمہ ایلیٹ - ہسٹری آف انڈیا ایزٹولڈ بائی اٹس اون ہسٹورین ، جلد دوم لاہور ، اسلامک بک سروس ، ۱۹۷۶ء ، ص ۱۳۹ -
۴۴- سبحان رائے بٹالوی ، خلاصة التواریخ مترجمہ ناظر حسن زیدی لاہور ، مرکزی اردو بورڈ ۱۹۶۶ء ، ص ۳۱۷ -
۴۵- ولیبائی ہیگ - دی کیمبرج ہسٹری آف انڈیا ، ج ۴ - دہلی ، ایس چانڈ اینڈ کمپنی ، ۱۹۷۱ء ، ص ۶۹ -
۴۶- فرشتہ - محولہ بالا ، جلد ۲ ، ص ۳۱۱ -
۴۷- عبدالمجید سالک - مسلم ثقافت ہندوستان میں ، ص ۳۰۷ -
۴۸- صباح الدین عبدالرحمن - محولہ بالا ، ص ۵۳ -
۴۹- ملا عبدالقادر بدایونی - محولہ بالا ،
۵۰- صباح الدین عبدالرحمن - محولہ بالا ، ص ۱۲۴ -
۵۱- مناظر احسن گیلانی - ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت ، ص ۶۹ -
۵۲- ملا عبدالقادر بدایونی - محولہ بالا ، ص ۴۳۵ -

۵۳- ڈاکٹر بمل کمار دت - محولہ بالا ، ص ۶۵ -
۵۴- وی - اے - سمتھ - اکبر دی گریٹ مغل - دہلی ، ایس چاند اینڈ کمپنی ، ۱۹۹۲ء ، ص ۳۰۸ -
۵۵- ساونڈ دہل - ہسٹری آف دی بکس - نیو یارک ، دی سکارکرو پریس ، ۱۹۵۷ء ، ص ۱۱۴ ، ۱۱۶ -
۵۶- ابوالفضل - آئین اکبری مترجمہ محترم فدا علی طالب - لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز ، ت ، ن ، ج اول حصہ اول ، ص ۱۹۶ -
۵۷- ایضاً ، ص ۱۹۵ -
۵۷- الف کرسیٹس پرائیس اسلامی فنون کی داستان مترجمہ ہلال احمد زبیری - لاہور ، شیخ غلام علی اینڈ سنز ، ۱۹۶۸ء ، ص ۱۲۷ -
۵۸- صباح الدین عبدالرحمن - محولہ بالا ، ص ۶۲ تا ۶۹ -
۵۹- ملا عبدالقادر بدایونی - محولہ بالا ، ص ۲۳۷ - وابلیٹ جلد پنجم ، ص ۴۵۸ -
۶۰- ابوالفضل - محولہ بالا ، ص ۱۹۰ -
۶۱- ایس - ایم - جعفر - محولہ بالا ، ص ۸۵ -
۶۲- محمد اسحاق بھٹی - محولہ بالا ، جلد ۴ ، ص ۳۸ -
۶۳- ابوالفضل - محولہ بالا ، ص ۱۹۱ -
۶۴- محمد حسین آزاد - دربار اکبری - لاہور ، سنگ میل پبلیکیشنز ، ت - ن ، ص ۱۱۴ -
۶۵- نور الدین جہانگیر - محولہ بالا ، ص ۸۲ -
۶۶- شبلی نعمانی - محولہ بالا ، ص ۵ -
۶۷- شیخ نور الحق - زبدۃ التواریخ مترجمہ ایلیٹ ، جلد ششم، ص ۱۸۹ -
۶۸- محمد عبدالباقی - مآثر رحیمی مترجمہ ایلیٹ ، جلد ششم ، ص ۲۴۲ -
۶۹- ابوالفضل - اکبر نامہ مترجمہ ایلیٹ ، جلد ششم ، ص ۵۹ ، ۶۰ -
۷۰- محمد اسحاق بھٹی - محولہ بالا ، جلد چہارم حصہ اول ، ص ۳۴ -
۷۱- نظام الدین احمد بخشی - طبقات اکبری مترجمہ ایلیٹ ، جلد پنجم ، ص ۴۰۹ -
۷۲- تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند ، جلد دوم عربی ادب - لاہور ، پنجاب یونیورسٹی ۱۹۷۲ء ، ص ۱۲ ، ۱۳ -
۷۳- صباح الدین عبدالرحمن - محولہ بالا ، ص ۱۲۸ -
۷۴- نور الدین جہانگیر - محولہ بالا ، ص ۶۷۶ -
۷۵- شبلی نعمانی - محولہ بالا ، ص ۷ ، ۸ -

۷۶- وی - ڈی - مہاجن - محولہ بالا ، ص ۱۰۲ -
۷۷- سعید احمد - محولہ بالا ، ص ۳۰۸ -
۷۸- نظام الملک ہاشم علی خان المعروف بہ خافی خان منتخب اللباب - مترجمہ محمود احمد فاروقی- حصہ اول کراچی، نفیس اکیڈیمی، ۱۹۶۳ء، ص۲۶۰-
۷۹- نریندر ناتھ لا - محولہ بالا ، ص ۱۸۸ -
۸۰- نور الدین جہانگیر - محولہ بالا ، ص ۶۵۵ ، ۶۵۶ -
۸۱- میرزا محمد عرف متعمد خان بخشی - اقبال نامہ جہانگیری ترجمہ محمد زکریا مائل - کراچی ، نفیس اکیڈیمی ، ۱۹۶۳ ، ص ۲۷۰ -
۸۲- نور الدین جہانگیر - محولہ بالا ، ص ۷۰ -
۸۳- شیخ عبدالوہاب ؟ انتخاب جہانگیری شاہی ترجمہ ایلیٹ ، جلد ششم ، ص ۳۵۱ -
۸۴- نور الدین جہانگیر - محولہ بالا ، ص
۸۵- نریندر ناتھ لا - محولہ بالا ، ص ۱۹۰ -
۸۶- واقعات جہانگیری - ترجمہ ایلیٹ ، جلد ششم ، ص ۳۳۱ -
۸۷- صباح الدین عبدالرحمن - محولہ بالا ، ص ۱۶۹ -
۸۸- محمد صالح کنبوہ - محولہ بالا ، جلد دوم ، ص ۲۷۷ -
۸۹- سید عبدالوہاب بخاری - محولہ بالا ، ص ۱۸۱/۱۹۱
۹۰- بنارسی پرشاد سکسینہ - ہسٹری آف دی شاہجہان آف دہلی - الہ آباد ، سنٹرل بکڈپو ، ۱۹۵۸ء ، ص ۲۴۳ -
۹۱- سید معین الحق - اسلامی عہد میں فن تعمیر - کراچی، دائرہ معین المعارف حق شان نیو کراچی ہاوسنگ سوسائٹی ، ۱۹۶۵ء ، ص ۸۲ -
۹۲- پران ناتھ چھاپرا - سم اسپیکٹس آف سوسائٹی اینڈ کلچر ڈیورنگ دی مغل ایج ۱۵۲۶ - ۱۷۰۷ - آگرہ ، سیوا لال آگرہ والہ اینڈ کمپنی ، ۱۹۵۵ء ، ص ۱۶۱ -
۹۳- مقالات مولوی محمد شفیع مرتبہ احمد ربانی - لاہور ، مجلس ترقی ادب ، ۱۹۷۱ء ، جلد چہارم ، ص ۲۴۳ -
۹۴- محمد بختاور خاں - مراۃ العالم تاریخ اورنگ زیبؒ ، جلد اول - لاہور ، ادارہ تحقیقات پاکستان دانشگاہ پنجاب ، ۱۹۷۹ء ، ص ۳۹۰ -
۹۵- گستاؤلی بان - محولہ بالا ، ص ۳۲۰ -
۹۶- بمل کمار دت - محولہ بالا ، ص ۶۰ ، ۶۱ -
۹۷- ایضاً ، ص ۶۴ -
۹۸- شبلی نعمانی - اورنگ زیب عالمگیرؒ پر ایک نظر- لاہور، حافظ محمد دین اینڈ سنز کشمیری بازار ، ت - ن ، ص ۹۷ ، ۹۸ -